وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰہِ ؕ ...... سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝

کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس...... پاک ہے وہ ذات اور بلند و بالا ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

(learn-islam) (سورۃ یونس۔۱۸)

وسیلہ کے معنی تقرب الی اللہ ہے اور یہ اللہ کے ذاتی وصفاتی ناموں کے ذریعہ دعا کرنا یا پھر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کی پسندیدہ چیزیں، یعنی شرک سے پاک ایمان، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اعمال صالحہ اور تقوی کی روش اختیار کر کے جہاد فی سبیل اللہ کی ذمہ داری پوری کرنا، یہ شرعی وسیلہ ہے۔ باقی کسی فوت شدہ نبی، ولی، بزرگ یا شہید وغیرہ کو اللہ سے دعا مانگتے وقت وسیلہ بنانا شرک اور الحاد ہے۔

آج امت کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ اللہ کو پکارتے بھی ہیں تو اس کے مردہ بندوں کا واسطہ اور ذریعہ استعمال کرتے ہوئے، ان کا کہنا یہ ہے کہ:

''چونکہ ہم گناہ گار لوگ ہیں، ہماری پہنچ اللہ کے دربار تک کہاں؟، وہ ہماری دعائیں براہ راست نہیں سنتا اس لئے ہم اپنی عرضداشت کو درجہ بدرجہ آگے بڑھاتے ہیں یہ حضرات اللہ کے ہاں بڑے با اثر ہیں ان کی بات ٹالی نہیں جاتی اس لئے ہم ان مردہ بزرگوں کا وسیلہ اللہ کے ہاں پیش کرتے ہیں''۔

یہ لوگ وسیلے کو لازم قرار دیتے ہیں اور اس کے جواز میں یہ مثالیں دیتے ہیں کہ بادشاہ سے ملنے کے لئے دربان، افسر سے ملنے کے لئے چپڑاسی، چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تک پہنچنے کے لئے بھی کوئی وسیلہ ضرور ہونا چاہئے کیونکہ اللہ کی طرف سے دین وقرآن سمیت ہر چیز ہمیں کسی وسیلے سے ملی ہے۔ ان لوگوں کو اللہ کی کتاب جواب دیتی ہے کہ:

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ النحل:۷۴)

''پس تم اللہ کے بارے میں مثالیں نہ بناؤ (اس لئے کہ) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''

ان دنیاوی شخصیات بادشاہ وغیرہ تک رسائی کے لئے دوسروں کو اس لئے واسطہ بنایا جاتا ہے کہ ان شخصیات کو علم نہیں ہوتا کہ ان کے پاس آنے والے کے کیا مسائل ہیں، کیا حاجات وضروریات ہیں، وغیرہ۔ اور جب تک یہ درمیانے واسطے انہیں نہ بتائیں تو وہ لاعلم و بے خبر ہی رہتے ہیں۔ لیکن جو ذات دلوں کے بھید سے بھی واقف ہے تو کیا اسے بھی بتانے کے لئے درمیانی واسطوں کی ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں بتا دیا ہے کہ میں ہر بات کا علم رکھتا ہوں مالک کائنات کا ارشاد ہے کہ:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْھَرُوْا بِہٖ ؕ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (سورۃ الملک:۱۳)

''اور تم بات پوشیدہ کہو یا ظاہر، وہ سینوں کی ہر بات جاننے والا ہے''۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ ۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝

''اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیال بھی اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے ہم اسے جانتے ہیں، اور ہم تو اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں۔'' (سورۃ ق:۱۶)

یہ ہے اللہ کا معاملہ، رہے دوسرے تو ان کو اپنے پکارنے والوں کی پکار کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ پہنچانا اور سفارش کرنا تو بعد کی بات ہے یہ قرآن کریم کا اصلی مسئلہ ہے۔ اور قرآن کریم نے اولیاء اللہ کو دعائیں پہنچانے والا، سمجھنے والوں کو مشرک کہا ہے۔ ابوجہل کا سب سے مظبوط عقیدہ یہی تھا۔

بعض حضرات اللہ تعالیٰ کے لئے بادشاہ و وزیر کی جاہلانہ مثالیں تو نہیں دیتے لیکن دعا کی قبولیت کے لئے وسیلے کے زود اثر ہونے پر ان کا ایمان ہے۔ یہ لوگ قرآنی آیت وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (سورۃ المائدۃ:۳۵) ''اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو'' کی توضیح وتشریح توصیح کرتے ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد تقرب ہے جو حدیث کی رو سے اعمالِ صالحہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اسی آیت کے اگلے حصے وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ ''اور اس کی راہ میں جہاد کرو'' سے ثابت ہے، مگر ساتھ ہی ان مردہ ہستیوں کو، جو ان کی دعاؤں سے غافل ہیں مقرب الی اللہ سمجھ کر وسیلہ یعنی دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ بھی بناتے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (سورۃ الاحقاف۔۵)

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے، اور جو ان کی پکاروں ہی سے غافل ہوں۔

مشرکین مکہ بھی دعاؤں میں وسیلے کے قائل تھے اور اپنے اس فعل کی یہ توجیہ کرتے تھے کہ:

مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ؕ (سورۃ الزمر:۳)

''ہم (اللہ کے سوا) ان کی بندگی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔''

وہ یہ بھی کہتے تھے کہ:

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (یونس:۱۸)

''یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

یہ اس مالک کی بارگاہ میں سفارشی ڈھونڈتے ہیں جو جلی، خفی، سرّی، جہری سب سنتا ہے، سب جانتا ہے۔

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝ (سورۃ الاعلیٰ:۷)

''وہ کھلی بات بھی جانتا ہے اور چھپی بھی۔''

یہ وسیلہ ڈھونڈ کر کیا اللہ کو وہ کچھ بتانا چاہتے ہیں جو وہ نہیں جانتا:

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ (الرعد:۳۳)

''کیا تم اسے ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) نہیں جانتا یا (یہ محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات ہے۔''

مالک ان کے اس شرک سے پاک ہے، چنانچہ فرمایا:

قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورۃ یونس:۱۸)

''کہہ دو کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک اور اعلیٰ ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔''

یہی اللہ کے دربار تک دعاؤں کے پہنچانے کا مسئلہ نبی ﷺ کے سامنے بھی لایا گیا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ کیا ہماری بات براہ راست اللہ کے دربار تک پہنچ سکتی ہے اور کیا بغیر وسیلے کے ہماری دعائیں سنی جا سکتی ہیں۔ پروردگار عالم نے قرآن میں اس کا جواب ارشاد فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ:۱۸۶)

''(اے نبی!) جب میرے بندے تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ میرا ہی حکم مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تاکہ راہ راست پالیں۔''

غرض اس طرح سے بتا دیا گیا کہ اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے لیکن یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دور ہوں۔ نہیں میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے مجھ سے عرض معروض کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ دل ہی دل میں وہ جو مجھ سے گزارش کرتا ہے میں اسے بھی سن لیتا ہوں، اور صرف سنتا ہی نہیں بلکہ فیصلہ بھی صادر کر دیتا ہوں اور جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس قرار دے رکھا ہے ان کے پاس تو تم کو دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی نہ وہ تمہاری شنوائی کر سکتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ تمہاری درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے واضح حکم دے دیا کہ:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۝ (سورۃ المومن:۶۰)

''تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا (اور یہ) جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں ان کو ضرور جہنم میں داخل کروں گا۔''

جو مالک اتنا نزدیک ہو، اتنا سننے والا ہو، جواب دینے والا ہو، اتنا شفیق اور مہربان ہو کہ اپنے فرمانبردار اور باغی سب کی سنتا ہو اور اپنے سے مانگنے کا حکم بھی دیتا ہو تو انتہائی ظلم ہے کہ پھر بھی اس تک پہنچنے کے لئے خودساختہ ذرائع کا سہارا لیا جائے۔ اور جن کا یہ سہارا لیتے ہیں اگر وہ زندہ ہوں تو بھی وہ کچھ نہیں دے سکتے۔ وہ تو خود ہی کسی سہارے کے متلاشی رہتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ (سورۃ بنی اسرائیل:۵۶، ۵۷)

''کہو (کہ مشرکو) اللہ کے سوا جن لوگوں کی نسبت تمہیں گمان ہے (کہ وہ تمہارے کارساز ہیں) ان کو پکار دیکھو۔ وہ تم سے تکلیف دور کرنے یا اس کو بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کی طرف قربت تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے، اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔''

اس سے کوئی ہرگز یہ نہ سمجھے کہ وہ لوگ بھی تقرب الی اللہ کے لئے کوئی شخصی یا اصنامی سہارے ڈھونڈتے ہیں جیسا کہ بعض لوگ اس آیت سے بھی یہ شرکیہ مطلب اخذ کرتے ہیں۔ بلکہ غیر اللہ کی پکار کے بے فائدہ اور بے کار ہونے کے اعلان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایماندار بندے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے سورۃ المائدہ کی مذکورہ بالا آیت کے بموجب اچھے سے اچھے اعمال کو ذریعہ بناتے ہیں۔

اکثر لوگ قبروں پر جانے کی تاویل یہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم وہاں مانگنے کے لئے نہیں جاتے بلکہ ان بزرگوں سے اپنے حق میں دعا کروانے جاتے ہیں، جبکہ اگر بزرگوں کی دعاؤں کو وسیلہ بنانا ہی ہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کی زندگی میں ان سے دعا کروائی جائے۔ اور یہ دعا ہر زندہ مومن سے کروائی جا سکتی ہے لیکن مرنے کے بعد ان کا وسیلہ پکڑنا کھلا شرک ہے۔

نبی ﷺ سے جب عمرؓ نے مکہ جا کر عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے کر کہا کہ:

یا اخی لا تنسانی من دُعائِكَ (مسند الطیالسی)

اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔

مشرکوں کا سب سے بڑا شرک یہ تھا کہ وہ مردوں کو اپنا سفارشی اور دعاؤں کا وسیلہ بنا کر پوجتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو سختی سے ڈانٹا اور اس فعل شنیع سے منع کیا اصحاب قبور کو دعا کے لئے وسیلہ بنانے والوں کو یہ خبر ہونی چاہیئے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کو دعا کے لئے وسیلہ نہیں بنایا اور نہ ہی نبی ﷺ کی قبر پر گئے۔ بلکہ عباس ابن عبدالمطلبؓ کو دعا کے لئے وسیلہ بنایا۔

عن انس بن مالکؓ انّ عمرؓ بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقٰی بالعبّاسؓ بن عبدالمطلبؓ فقال اللّٰھم انّا کنّا نتوسل الیك بنبیّنا ﷺ فتسقینا وانّا نتوسّل الیك بعمّ نبیّنا فاسقنا۔ فیسقون۔ (بخاری ص ۱۳۷ جلد ۱)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قحط پڑتا تھا تو عباس بن عبدالمطلبؓ سے بارش کے لئے دعا کرواتے تھے اور کہتے تھے کہ بارِ الٰہا ہم (پہلے) اپنے نبی ﷺ کو تیری طرف (دعا کے لئے) وسیلہ بناتے تھے اور تو بارش برساتا تھا۔ (اب جبکہ وہ ہم میں نہیں ہیں) ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو (دعا کے لئے) وسیلہ بناتے ہیں۔ مالک بارش بھیج۔ اور پھر بارش ہوتی۔ (بخاری ص ۱۳۷ جلد ۱)

نبی ﷺ سے زیادہ فضیلت والی ذات کونسی ہے جس کا مرنے کے بعد دعا میں وسیلہ اختیار کیا جائے اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ دین کو سمجھنے والا کون ہوسکتا ہے مگر نبی ﷺ کی وفات کے بعد وہ نبی ﷺ کی قبر پر جا کر نہ تو ان کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں اور نہ دعائے استسقاء کے وقت۔ بلکہ نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دنیا میں زندہ تھے ان کو دعا کے لئے وسیلہ بناتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں اور مالک بارش برساتا ہے۔

جن لوگوں نے وسیلہ کے نام سے بزرگانِ دین کی استعانت اور انبیاء اور اولیاء سے استغاثہ جائز کر رکھا ہے انہوں نے قرآن کے لفظ **وسیلہ** (بہ معنیٰ قُرب) کو اردو کے لفظ وسیلہ (بہ معنیٰ ذریعہ) کا مترادف سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ وسیلہ سے تقرب مراد ہے۔ مسلم کی روایت ہے:

عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا سمعتم المئوذن فقولو مثل ما یقول ثم صلوا علّی فانه من صلی علیّ صلوٰةً صلی اللّٰه علیه بها عشرا ثم سلوا اللّٰه لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الاّ لعبد من عباد اللّٰه وارجوان اکون انا هو فمن سال لی الوسیلة حلّت علیه الشفاعة۔ (مسلم)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان دینے والے کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ کیونکہ یہ وسیلہ جنت کا وہ مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں صرف ایک بندہ کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ میں وہ بندہ ہوں۔ سن لو۔ جس نے میرے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ وسیلہ مانگا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (مسلم)

اور بخاری کی روایت یوں ہے:

عن جابر بن عبداللّٰهؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال من قال حین یسمع الندآء۔ اللّٰھم ربّ ھذه الدعوة التامة والصلوٰة القآئمة اٰت محمد الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته حلت له شفاعتی یوم القیامة۔ (بخاری، جلد ۱ ص ۶۸)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اذان سن کر یہ کہا کہ اے اللہ اس پوری پوری پکار کے رب اور ہمیشہ باقی رہنے والی نماز کے مالک عطاء فرما محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت، اور مبعوث فرما ان کو اس مقام محمود پر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے (تو) ایسے کہنے والے کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

پس معلوم ہوا کہ "وسیلہ" سے مراد "قربِ الٰہی" ہے۔ اور اس سے کسی کی ذات کو اللہ کے حضور وسیلہ بنانا مقصود نہیں۔

علامہ آلوسی تفسیر رُوح المعانی ؒ کے مصنف نے بڑی تفصیل سے اس بات پر گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ:

الاستعانة بمخلوق و جعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك فى جوازه ان كان المطلوب منه حيًا و امّا اذا كان مطلوب منه ميتًا او غائباً فلا يستريب عالمٌ انه غير جائز وانه من البدع الّتى لم يفعلها احدٌ من السلف ولم يرو ان احد من الصحابة رضى الله عنهم وهم احرص الخلق علىٰ كلّ خير انه طلب من ميت شيئاً (روح المعانی جلد۶ ص۱۲۵)

کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معانی میں وسیلہ بنانا کہ وہ دعا کرے اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے بشرطیکہ جس سے درخواست کی جارہی ہو وہ زندہ ہو۔ دوسری طرف میت یا غائب شخص سے دعاء کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو بھی شک نہیں ہے اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر نیکی اور ثواب کا حریص اور کون ہوا ہے لیکن کسی ایک صحابی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے صاحب قبر سے کچھ طلب کیا ہو۔

افسوس کہ آج اللہ کو کبھی نبی ﷺ کا واسطہ دیا جاتا ہے، کبھی کسی ولی کا اور کبھی کسی پیر کا۔ اور قرآن کی وسیلہ والی آیت کو لوگوں نے اردو زبان کے وسیلہ کے معنی میں ڈھال کر دعاؤں میں اللہ کے نیک بندوں کی ذات کو وسیلہ بنانے کا مزموم طریقہ ایجاد کرلیا ہے جبکہ مفسرین تک اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد اللہ کا تقرب ہے اور وہ ایمان اور نیک اعمال کے ذریعے سے ممکن ہے۔

آج جھوٹی روایات کے ذریعے نبی ﷺ کی ذات کے وسیلہ کو جائز ہی نہیں، مستحسن قرار دے دیا گیا ہے اور ایسی روایت لائی جاتی ہے جس میں آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوجانے کا قصہ یہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ پھر انکی توبہ نبی ﷺ سے دعاء کرنے پر قبول ہوئی:

لمّا اذنب اٰدم الذنب الذى اذنبه رفع راسهٗ الى السماء فقال اسئلك بحق محمد ﷺ الّا غفرت لى...... الخ

جب آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوگیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعاء مانگی تو اللہ نے دریافت فرمایا کہ یہ "محمد" کون ہیں تو آدمؑ نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا تو وہاں **لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** لکھا ہوا پایا تو میں یہ سمجھ گیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے اس سے زیادہ عظمت والا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے کہا کہ آدم تم نے سچ کہا۔ وہ نبی آخر ہیں اور وہ تمہاری ہی اولاد سے ہونگیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

قرآن میں تو اللہ، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے سلسلے میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ؕ (سورۃ البقرۃ۔۳۷)

پس سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں، پھر متوجہ ہوگیا اللہ اس پر۔ بے شک وہی ہے توبہ کو قبول کرنے والا مہربان۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو دعاء سکھلائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر محمد ﷺ کا (وسیلہ کیسے پکڑا)۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ دعاء جو اللہ نے آدم علیہ السلام کو سکھائی اور جس کہ ذریعہ توبہ قبول ہوئی قرآن میں بیان کردی گئی ہے اور وہ یہ ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا سکتہ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝ (سورۃ الاعراف۔۲۳)

آدم اور حوا نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نازل نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہوجائیں گے۔

دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی ﷺ کو ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ قرآن میں ہے کہ:

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ۝ (سورۃ الذاریات۔۵۶)

اور میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اپنی بندگی کے لئے۔

ثابت ہوا کہ تخلیق کائنات کی غایت بندگی الٰہی ہے نہ کہ ذات نبوی ﷺ۔ خود ذات نبوی ﷺ کو اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ہے اور اس پر یہ حکم لگایا گیا ہے۔

(میزان الاعتدال، جلد۲، صـ۔ ۱۰۶)

غرض اللہ اپنی ذات اور صفات کے صدقے اور وسیلے کے علاوہ ہر دوسری ذات اور اس کی صفات کے صدقے اور وسیلے کو ناجائز اور شرک قرار دیتا ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ میرے بندوں مجھ سے مانگو، پکارنا ہے تو مجھے پکارو، صرف میرے پاس ہی وہ خزانے ہیں جو تمہاری ہر حاجت کو پورا کرسکتے ہیں اور دعاء کرتے وقت میرے اسماء حسنٰی (ذات اور صفات کے بہترین نام) کو میری رحمت کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بناؤ۔

وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا (سورۃ الاعراف۔۱۸۰)

"اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں اُس کو اُسی کے ناموں سے پکارا کرو"

مثلاً مغفرت کی طلب ہو تو 'یا رحمٰن یا رحیم' اور رزق کی ضرورت ہو تو 'یا رزاق' کہہ کر اللہ سے دعا کرو۔ اب اگر کوئی اسماء حسنیٰ کے بجائے اس کے کسی نبی یا ولی کا نام لے کر کہتا ہے کہ اپنے اس پیارے نبی یا ولی کے صدقہ میں میری دعاء قبول فرما کر میری حاجت پوری کر دے تو گویا وہ اللہ کے ذات اور صفات کے بہترین نام سے زیادہ اس نبی یا ولی کی ذات کو موثر مانتا ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندہ کو شریک ٹھہرانا ہی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شدید توہین بھی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝

'اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے، ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔' (سورۃ السجدہ۔۲۲)